فقہ الشباب

نوجوانوں کے لئے خاص برقی پیغامات............

گاہے گاہے بازخواں ایں قصہ پارینہ را

آپ نے یہ کہانی سنی ہوگی۔ کہ ایک گڈریئے کو جنگل میں شیر کا ایک بچہ مل گیا۔ وہ اسے اٹھا لایا۔ اور بکریوں میں رکھ کر اسے پالنا شروع کر دیا۔ برسوں گزر گئے اور شیر کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ شیر ہے۔ وہ بکریوں کی طرح ممیاتا، گھاس کھاتا اور شام کو باڑے میں آ کر آرام سے سو جاتا۔ ایک دن وہ جھیل پہ جا نکلا، پانی پینے کے لئے گردن بڑھائی تو اسے اپنا عکس نظر آیا۔ معاً اس کی شیریت جاگ اٹھی اور وہ بکریوں کو چیر پھاڑ کر جنگل میں چلا گیا۔ صحیح تاریخ جھیل کا وہ شفاف پانی ہے جس میں قومیں اپنے اصلی خدو خال دیکھتی ہیں۔ مکار اقوام کا یہ دستور ہے کہ جب کسی قوم پہ سیاسی غلبہ حاصل کر لیتی ہیں تو اس کے ذہنوں کو مسخر کرنے کے لئے اس کی تاریخ بگاڑ دیتی ہیں۔ وہ اس کے انبیاء کو ساحر، اولیا کو ٹھگ، سلاطین کو اوباش اور علما و حکما کو جاہل لکھتی ہیں۔ ساتھ ہی اپنے بڑے بڑے لٹیروں اور چوروں کو ہیرو بنا کر پیش کرتی ہیں۔ ہم مسلمانان ہندو پاک کو سو برس تک یہ پڑھایا گیا، کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا تھا۔ غزنوی لٹیرا تھا اورنگ زیب متعصب اور محمد شاہ رنگیلا تھا۔ اور یہ کہ کلایو، ڈک ٹری پن اور کیپٹن ڈریک جیسے چور انسانیت کے سب سے بڑے محسن تھے۔ اس قسم کی خرافات آج بھی ان کتابوں میں موجود ہیں، جو پاکستان کے پبلک سکولوں میں پڑھائی جارہی ہیں۔ یورپ میں کائنات کے محسن اعظم ﷺ کے متعلق صدیوں یہ تاثر رہا کہ وہ ایک بت ہے۔ جس کی اہل عرب پرستش کرتے تھے۔ ۱۶۹۷ء میں ناروچ یونیورسٹی کے ڈین predeaux نے حضور پرنور ﷺ کے سوانح the nature of imposture کے عنوان سے شائع کیئے اس میں حضور ﷺ کی ذات اقدس پر نہایت ناپاک حملے کیئے گئے۔ بے اندازہ بہتان تراشے اور جتنی غلاظت اچھال سکتا تھا، اچھالی۔ سترھویں صدی کے آغاز میں کیمبرج اور آکسفورڈ نے عربی علوم کے شعبے قائم کیئے۔ باقی یونیورسٹیوں نے تقلید کی۔ اور قبل ازاں صدیوں سے ابن رشد، غزالی، سینا، رازی اور فارابی کے تراجم اٹلی، فرانس اور سپین کی یونیورسٹیوں میں پڑھائے جارہے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کے متعلق

ایک بھی کلمہ خیر کسی عیسائی کے قلم سے نہیں نکلا تھا۔۱۷۱۲ء میں ایڈرین ری لینڈ نے جو utreacht یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر تھا، اپنی ایک کتاب میں ہمارے متعلق یہ پہلا کلمہ خیر لکھا:

''مسلمان اتنے پاگل نہیں جتنا انہیں سمجھا جاتا ہے،،۔

۱۷۳۴ء میں جارج سیل نے قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ نکالا جس میں گالیاں نسبتاً کم تھیں۔کارلائل غالباً پہلا عیسائی مصنف ہے۔جو حضور ﷺ کی انقلابی شخصیت سے متاثر ہوا۔اپنی مشہور تصنیف ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں ان کے متعلق چند تعریفی کلمات کہے۔لیکن ساتھ ہی بار بار لکھا کہ:

''قرآن ایک غیر مربوط کلام ہے جو کسی دیوانے کی بڑ معلوم ہوتا ہے۔"

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی میں ہٹی، نکلسن اور براؤن جیسے قدرے کشادہ ظرف علما سامنے آئے۔انہوں نے ہماری علمی و ثقافتی خدمات کا تو اعتراف کرلیا، لیکن ہمارے حضور ﷺ کے متعلق ان کی روش میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہ آئی۔یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر عرب نہ ہوتے تو آج یورپ کا حال افریقہ سے بھی بدتر ہوتا۔ہم نے یورپ کے باشندوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا، نشست و برخاست کے آداب بتائے، کھانے، پہننے اور نہانے کا سبق دیا۔ان کے ذہنوں کو اوہام و اباطیل کی گرفت سے آزاد کیا۔اور ان کی درسگاہوں میں علوم و فنون کے دریا بہائے۔لیکن ہمیں یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے☆ کہ ان کے بیشتر تاریخ نگار یورپ کی ذہنی و ثقافتی تاریخ لکھتے وقت ہمیں کوئی مقام ہی نہیں دیتے۔

۱۹۲۲ء میں امریکہ کی اورینٹل سوسائٹی کے ایک اجلاس میں پروفیسر shmidt نے ''یورپ میں مشرقی علوم،، کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا اور مسلمانوں کا نام تک نہ لیا۔۱۹۳۸ء میں ایک امریکی پروفیسر واٹر مین نے ''مشرقی علوم،، پہ چھ لیکچر دیئے اور اسلامی علوم کا ذکر تک نہ کیا۔اسلام کے مشہور مورخ ابو الفدا (۱۳۳۱ء) نے اپنے سے پہلے ساٹھ جغرافیہ دانوں کے نام لئے تھے۔لیکن موسیو vivien dest martin کا کمال دیکھئے کہ اپنی علمی تاریخ میں کسی عرب جغرافیہ دان کا ذکر تک نہیں کیا۔کیمبرج مڈایول ہسٹری پانچ ہزار صفحات کی ایک مبسوط تاریخ ہے۔جس میں اسلام کی چودہ سو سالہ سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ کو صرف پچیس ورق دیئے گئے ہیں۔جیمز ہنری رابن سن کی تاریخ مڈیول اینڈ ماڈرن ٹائمز آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے

☆ جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی ☆

اور مشرق ومغرب کی درسگاہوں میں بطور نصاب رائج ہے لیکن اس میں اسلام کا کوئی ذکر نہیں، صرف ''بڈھ راہبوں،، کے تحت مسلمانوں کا نام ضمناً لیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان بارود، قطب نما، الکحل، عینک اور دیگر بیسیوں اشیاء کے موجد تھے۔ لیکن: "مورخین یورپ" نے عربوں کی ہر ایجاد اور ہر انکشاف کا سہرا اس یورپی کے سر باندھ دیا ہے، جس نے پہلے پہل اس کا ذکر کیا تھا۔ مثلاً قطب نما کی ایجاد ایک فرضی شخص فلویو گوجہ کی طرف منسوب کردی۔ ولے ناف کے آرنلڈ کو الکحل اور بیکن کو بارود کا موجد بنا دیا۔ اور یہ بیانات وہ خوفناک جھوٹ ہیں۔ جو یورپی تہذیب کے مآخذ کے متعلق بولے گئے ہیں،،۔ صرف یہی نہیں بلکہ بعض اوقات عربوں کی تصانیف پر اپنا نام بطور مصنف جڑ دیا۔ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا میں لفظ ''جیبر ،، (جابر) کے تحت ایک ایسے مترجم کا نام دیا ہوا ہے۔ جس نے اسلام کے مشہور ماہر کیمیا جابر بن حیان کے ایک لاطینی ترجمہ کو اپنی تصنیف بنالیا تھا۔ یہی حرکت سلرنو کالج کے پرنسپل قسطنطین افریقی (۱۰۶۰) نے بھی کی تھی۔ کہ ابن الجزائر (۱۰۰۹ء) کی زاد المسافر کا لاطینی ترجمہ viaticum کے عنوان سے کیا۔ اور اس پر اپنا نام بطور مصنف لکھ دیا۔ وہ کون سا ظلم ہے جو یورپ نے ہم پہ نہیں کیا۔ ہمارے حضور پرنور ﷺ کی ذات مقدس پہ حملے کیے ہمیں بدنام کیا۔ ہماری تاریخ میں تحریف کی۔ ہماری ساٹھ لاکھ کتابیں جلائیں۔ ہم پر سسلی اور سپین میں وہ مظالم توڑے کہ کائنات کا کلیجہ لرز گیا۔ ہم سے ہزار برس تک تہذیب وتمدن کا درس لینے کے بعد ہمارے ہی منہ پر تھوکا۔ اور بقول موسیو لیباں: ''ہمیں اسلام اور پیروان اسلام سے تعصب وراثت میں ملا ہے۔ جواب ہماری فطرت کا جزو بن چکا ہے...... ہماری کم بخت تعلیم نے ہمارے ذہنوں میں یہ بات راسخ کردی ہے کہ ہمارے تمام علوم وفنون کا ماخذ یونان ہے۔ اور یورپ کی تہذیب میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہم میں سے بعض کو یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ہماری ترقی وتہذیب کا باعث ایک کافر قوم تھی،،۔ (ملخص) ۲رابرٹ بریفالٹ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ: ''یورپی مورخ مسلمان کو کافر کتا سمجھتا ہے اور اس کا احسان ماننے کو تیار نہیں...... یورپ کے احیائے نو کی تاریخیں برابر لکھی جارہی ہیں۔ لیکن ان میں عربوں کا ذکر موجود نہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ شہزادہ ڈنمارک کی تاریخ میں ہیملٹ کا ذکر نہ آئے...... ڈاکٹر اوز برن ٹیلر نے تو کمال ہی کردیا کہ ''قرون وسطی میں ذہنی ارتقا'' پر دو جلدیں لکھیں۔ اور اسلامی تہذیب کی طرف اشارہ تک نہ کیا،،۔ (ملخص) مفکرین یورپ کو اس بات کا یقین ہے کہ اگر کوئی تہذیب مغربی تہذیب کو پچھاڑ سکتی

ہے۔تو وہ صرف اسلامی تہذیب ہے جو علم واخلاق سے آراستہ اور عشق جیسی توانائی سے مسلح ہے۔مصر وبابل کی تہذیبیں مرچکیں۔یونان ختم ہوگیا چین کی قدیم تہذیب عصر رواں کا ساتھ نہیں دے سکتی اور ہندو تہذیب اوہام وخرافات کا مجموعہ ہے۔صرف اسلامی تہذیب ہی وہ قوت ہے جو دنیائے انسانی کو تمام آلام سے نجات دلا سکتی اور بھٹکتی ہوئی زندگی کو راہ منزل بتا سکتی ہے۔اسلام استعمار، زراندوزی، دھوکہ، مکروفریب اور لوٹ کھسوٹ کو برداشت نہیں کرسکتا۔اور یورپی تہذیب کی بنیاد ہی مکیاولی کی ابلیسی سیاست ہے۔اس لیے ان دونوں میں تعاون کی کوئی صورت موجود نہیں۔یہی وجہ ہے کہ یورپ ہم پر مسلسل، پیہم اور تابڑتوڑ حملے کررہا ہے وہ ہماری تاریخ کو مسخ کررہا ہے۔عریاں فلمیں بھیج کر ہمیں اوباش بنارہا ہے۔اس کے مصور رسائل مثلاً ٹائم ریڈرز ڈائجسٹ لائف، ووئین، پوسٹ وغیرہ یورپ کے کھوکھلے اقدار کی تبلیغ کررہے ہیں، ہماری درسگاہوں میں انہی کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھائی جارہی ہیں۔وہ ہمارے قابل نوجوانوں کو وظائف دے کر اپنی درسگاہوں میں بلارہا ہے، اور یہ سب کچھ اس لئے ہورہا ہے کہ مسلمان اپنی روایات، تہذیب، تاریخ ماضی اور اسلاف سے متنفر ہوکر یورپ کا مداح ونقال بن جائے اور مجھے اعتراف ہے کہ یورپ کے یہ اقدامات نہایت کامیاب رہے۔آج ہمارا نوجوان اپنی تہذیب کے خلاف مجسم بغاوت بن چکا ہے۔یہ بغاوت اس درخت کا پھل ہے۔جو ۱۸۵۷ء میں انگریز نے اس سرزمین میں لگایا تھا۔حاکم اور محکوم دونوں نے مل کر اس کی آبیاری کی۔اور آج یہ ایک تناور درخت بن چکا ہے۔اس میں ہمارے نوجوان کا کوئی قصور نہیں، حکومت نے کہا کہ قابلیت انگریزی زبان میں مہارت کا نام ہے۔والدین نے اسے انگریزی رسائل پڑھنے اور انگریزی فلمیں دیکھنے کا مشورہ دیا۔بےعمل اساتذہ نے اسے اسلامی تہذیب سے مزید بدظن کیا۔ہمارے ادیب وشاعر نے اسے مے نوشی اور عیاشی کا سبق دیا، کلبوں اور ہوٹلوں نے اسے رقص وقماربازی کا عادی بنایا۔ارکان حکومت نے اس کے سامنے غیر اسلامی زندگی کا افسوس ناک نمونہ پیش کیا۔جو کسر باقی تھی وہ ان لاتعداد مشیروں اور غیر ملکیوں نے نکال دی جو ہمارے ہاں زندگی کے ہر شعبے پہ مسلط ہیں جوان خام ان تمام اثرات کا مقابلہ کیسے کرسکتا تھا۔چنانچہ وہ باغی ہوگیا لیکن مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

تقسیم ہند سے پہلے ہمارے نوجوان کو دو مخلص رہنما ملے، حکیم مشرق رحمتہ اللہ علیہ، جنہوں نے

انہیں منزل کا پتہ دیا اور حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے کاروان جادہ پیما کی قیادت سنبھالی۔ بس پھر کیا تھا۔ جوانان ملت طوفانوں کی طرح بل کھا کر اٹھے۔ دریاؤں کے مہیب دھاروں کی طرح آگے بڑھے اور ہندو فرنگ کی متحدہ طاقت کو روندتے ہوئے آزادی کی منزل تک جا پہنچے۔ میرے نوجوان کی فطرت میں بڑی صلاحیت ہے۔ وہ بڑا نڈر، وطن پرست، بہادر اور جانباز واقع ہوا ہے۔ اگر وہ قائداعظم کے اشارے پہ سر دے سکتا ہے۔ تو رقص و نغمہ کی محفلوں کو بھی برہم کر سکتا ہے۔ جس روز اسے یقین ہو گیا کہ قومی بقا کے لیے شراب زہر ہلاہل ہے اور گناہ سم قاتل، کہ کائنات کی سب سے بڑی توانائی عشق یعنی اللہ سے رابطہ محبت ہے، اور اللہ سے فرار موت ہے۔ کہ قوموں میں استحکام پاکیزگی اخلاق، احترام نسواں، مساوات آدم اور بے پناہ علم سے پیدا ہوتا ہے اور اسلام کی عظیم و جلیل تہذیب انہی عناصر کا مجموعہ ہے۔ تو وہ اپنی ثقافت کی طرف یوں لوٹ آئے گا۔

جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے

(مزید برقیات انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں ۔۔۔۔۔۔۔)